ہے۔ بہائیوں کے نیشنل سیکرٹری کے اندازے کے مطابق دو سال میں چھ سے سات ہزار افراد نے بہائیت اختیار کی ہے"۔

جہاں تک آرتھوڈکس چرچ کا تعلق ہے۔ مقامی مذہبی قیادت کی عدم موجودگی میں قسطنطنیہ کے بطریق نے چرچ کی رہنمائی کے لیے جو مقامی سربراہ مقرر کیے، وہ چاروں نسلاً یونانی ہیں۔ البانیہ کی آرتھوڈکس آبادی کے لیے یہ تقرّر قبول کر لینا کافی مشکل ہے۔ یونانی آرتھوڈکس چرچ کے بارے میں یہ بات عام ہے کہ وہ یونانی آبادی میں قومیت اور علیحدگی کو ہوا دیتا ہے۔ ایک یونانی "صدر خانقاہ" کو البانیہ سے اس الزام میں جلاوطن کیا گیا کہ وہ البانیہ کی یونانی آبادی میں علیحدگی پسندانہ لٹریچر تقسیم کرتا تھا۔ امید کی جاتی ہے کہ جلد ہی کوئی البانیہ نژاد البانوی آرتھوڈکس چرچ کی رہنمائی کے لیے مقرّر ہو گا"۔

مسابقت کی اس فضا کے باوجود مسیحیوں کے درمیان تعاون کے امکانات روشن ہیں۔ "کوشش کی جارہی ہے کہ البانین بائبل سوسائٹی قائم کی جائے جس میں آرتھوڈکس، کیتھولک اور ایونجیکل گروہوں کی نمائندگی ہو"۔

ایک آرچ بشپ کے اندازے کے مطابق "البانیہ میں کیتھولک چرچ کا مستقبل تابناک ہے۔ چرچ اور کیتھولک عقیدے میں بہت دلچسپی لی جارہی ہے۔ بالخصوص مسلمان اور نوجوان لوگ پیش پیش ہیں۔ بہت سے نوجوان مذہبی عبادات میں شمولیت کے لیے آئے ہیں۔ مدر ٹریسہ کی Missionaries of Charity نے نو "گھر" قائم کیے ہیں اور ان میں رضاکارانہ کام کرنے والے ۴۰ امیدوار ہیں یسوعیوں نے تیرانہ یونیورسٹی میں مذہبی تربیّت کا آغاز کیا ہے اور نوجوانوں کی مدد کے لیے متحرک ہیں۔ سلیشیئن عنقریب سات سو طلبہ کے لیے ایک فنّی سکول کھولنے والے ہیں۔ ایک کیتھولک یونیورسٹی کے قیام کے بارے میں باتیں ہو رہی ہیں اور حکومت البانیہ نے تیرانہ میں ہسپتال قائم کرنے کے لیے چرچ سے کہا ہے"۔

متفرّق

"متی کی انجیل" کے بارے میں ایک نیا نقطۂ نظر

مغربی دُنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں جو نئی نئی باتیں شائع ہو رہی ہیں، ان میں سے بعض مروّجہ مسیحی عقائد وروایات کو چیلنج کرتی ہیں۔ حال ہی میں جناب جے۔ ایناک پاویل (J. Enoch Powell) کی تالیف The Evolution of the Gospel: A New

Translation of the First Gospel (انجیل کا ارتقاء: اوّلیں انجیل کا ایک نیا ترجمہ) ییل یونیورسٹی پریس نے شائع کی ہے۔ کتاب کا موضوع متی کی انجیل کا مطالعہ و ترجمہ ہے۔ مسیحی فضلاء کا بحیثیت مجموعی اِس بات پر اجماع رہا ہے کہ عہد نامہ جدید کی قدیم ترین تحریر "پولوس کے خطوط" میں اور چاروں اناجیل میں سے سب سے پہلے مرقس کی انجیل لکھی گئی تھی۔ متی اور لوقا نے اپنی اناجیل لکھنے میں مرقس کی انجیل سے مدد لی تھی۔ اس نقطۂ نظر کے برعکس جناب پاول کی رائے ہے کہ متی کی انجیل عہد نامہ جدید کی قدیم ترین اور اوّلیں تحریر ہے۔

مسیحی دُنیا کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۰ عیسوی کے لگ بھگ رومیوں کی طرف سے دی گئی سزا کے نتیجے میں صلیب پر فوت ہوئے۔ تدفین کے بعد مُردوں سے جی اٹھے۔ جناب پاویل کی رائے یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنگساری کی سزا دی تھی اور وہ سنگساری سے فوت ہوئے تھے۔

جناب پاویل نے واضح کیا ہے کہ متی کی انجیل میں کچھ مواد دو دو بار آیا ہے۔ لوگوں کی بھیڑ کو معجزانہ طور پر کھانا کھلانے اور سمندر میں طوفان کو ٹھہرانے کے دو دو بیانات ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف دو دفعہ مقدمہ چلا، پہلے یہودی سردار کاہن کائفا کے سامنے اور پھر رومی حاکم پیلاطوس کے سامنے۔ جناب پاویل کی رائے میں رومی عدالت میں مقدّمہ کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں، یہ پہلے یہودی سردار کاہن کے سامنے مقدّمے میں بیان کی جا چکی ہیں، اس لیے غیر مستند ہیں۔

جناب پاویل اپنی تحقیق میں اِس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ متّی کی انجیل کے دو مختلف "بیانیوں" [متون] کو انجیل کے مرتّبین نے یک جا کر دیا ہے۔ اصل متن میں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ ہیں اور غیر یہود کو گناہوں سے بچانے کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔ اس توہین آمیز دعوے پر یہودیوں نے اُنہیں سنگسار کیا۔ پاویل کے اخذ کردہ نتائج کے مطابق متی کی انجیل کا متن اُس دور میں لکھا گیا جب یہودیوں نے بغاوت کی اور اس کے نتیجے میں ۷۰ عیسوی میں یروشلم تباہ و برباد ہوا۔ متن کے لکھنے والے نے اِس جور و ظلم کو خدا کی طرف سے یہودیوں پر عذاب سے تعبیر کیا، کیوں کہ اُنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور غیر یہودی دُنیا کو مسترد کر دیا تھا۔

متی کی انجیل کا متن یہودی پس منظر کے حامل مسیحیوں کا لکھا ہوا ہے جو مسیحیت کو یہودیت کے اندر ایک فرقے کے طور پر دیکھتے تھے۔ اس "بیانیے" [متن] میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داؤد علیہ السلام کے سلسلے کا بادشاہ بتایا گیا اور اُن کی "ابنیت خداوندی" اور غیر یہود اقوام کے لیے اُن کی ذمہ داری کا انکار کیا گیا۔ اِس "متن" میں بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیلاطوس نے صلیب کی سزا دی کیوں کہ انھوں نے یہودیوں کے بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

جناب پاویل کا نظریہ ہے کہ مرتّبین نے جب اِن دو بیانیوں [متون] کو یک جا کیا تو اُنھوں نے

سنگساری کو مسترد کرتے ہوئے سزائے صلیب کو قائم رکھا، مگر رومیوں کی ناراضگی کے پیشِ نظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی ذمہ داری یہودیوں پر ڈال دی۔

جناب پاویل کی اِس تحقیق پر مغرب کے مسیحی علمی حلقوں میں بحث جاری ہے، مگر اُن کی تائید میں کوئی آواز نہیں اُبھری۔

"بے جڑ کے پودے"

مذہبیات اور سماجی علوم کے متخصصین نے مسیحی مبشّرین کی سرگرمیوں کا مطالعہ اپنے اپنے تخصّص کے حوالے سے کیا ہے۔ اس ہمہ جہتی مطالعے کے نتیجے میں دنیا کی دوسری زندہ زبانوں کی طرح اُردو میں بھی متعدّد کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور اس ذخیرے میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا ہے، تاہم ایسی تحریریں بہت کم سامنے آئی ہیں جو خالصتاً ادبی حوالے سے لکھی گئی ہوں۔ سہیل عظیم آبادی (۱۹۱۱ء - ۱۹۷۹ء) معروف ترقی پسند افسانہ نگار تھے۔ ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ کرشن چندر کے دیباچے کے ساتھ لاہور سے ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد ان کے افسانوں کے دو مزید مجموعے "نئے پرانے" اور "چار چہرے" کے نام سے شائع ہوئے۔ ترقی پسند تحریک اور اس کے زیرِ اثر اُردو افسانے کی پیش رفت پر قلم اٹھانے والوں نے سہیل عظیم آبادی کو نظر انداز نہیں کیا[1]۔

سہیل عظیم آبادی سے ایک ناولٹ "بے جڑ کے پودے" ہی یادگار ہے۔ ان کا یہ ناولٹ ان کے افسانوں کی طرح دیہی زندگی کے تناظر میں لکھا گیا ہے، تاہم موضوع اچھوتا ہے۔ جناب عبدالمغنی نے ایک مضمون "سہیل عظیم آبادی: شخص اور فن کار" میں اس ناولٹ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے[2]۔

> یہ ایک عمرانی مطالعہ ہے جس میں ایک طرف تو ان بچوں کا ہمدردانہ مطالعہ کیا گیا ہے جنہیں ان کے والدین دوسروں کے سر ڈال دیتے ہیں اور اپنے حقیقی ماں باپ کو جانے بغیر ان کی پرورش گویا ایک اجنبی ماحول میں ہوتی ہے، جب کہ دوسری طرف ایک آدی باسی[3] علاقے میں کام کرنے والی غیر ملکی ننوں اور پادریوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور انہیں ایک اجنبی ماحول میں تبلیغ اور رضاکارانہ خدمت خلق کرتے دکھایا گیا ہے۔ اس طرح بچے اور مشنری دونوں بے جڑ کے پودے ہیں جو گویا ایک نامانوس سرزمین میں اپنی جڑیں تلاش اور نصب کر رہے ہیں۔ بلاشبہ مصنّف کا اصل موضوع پھینکے اور پائے ہوئے بچے ہیں، جن کی ذمہ داری سے ان کے والدین فرار اختیار کر چکے ہیں لیکن قاری